رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ - - - - - ے
ششماہی - - - - - ے

قیمت فی پرچہ (۲/)

"ہفتہ وار"
مملکت

ایڈیٹر: میر حسن الدین

رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ - - - - - ے
ششماہی - - - - - ے

قیمت پرانا پرچہ (۴/)

جلد (۹) | ۲۵ آبان ۱۳۵۸ف | غرہ ذی الحجہ ۱۳۶۸ھ روز یکشنبہ | ۲۵ ستمبر ۱۹۴۹ء | نمبر (۲۴)

یونیورسٹی کمیشن کی رپورٹ

یم ، این ، رائے کا تبصرہ

اعلیٰ تعلیم کی اصلاح سے متعلق یونیورسٹی کمیشن نے اپنی سفارشات پیش کر دی ہیں۔ پوری رپورٹ ابھی شائع نہیں ہوئی لیکن کمیشن کے صدر ڈاکٹر رادھا کرشنن نے ایک صحافتی کانفرنس میں ان سفارشات کی نمایاں خصوصیات کو پیش کیا ہے۔ صدر کمیشن کی رائے ہے کہ تعلیم کو زیادہ ہندوستانی بنانا چاہیے۔ اس مدن کا قدرتی طور پر پرجوش خیر مقدم کیا گیا۔ توقع ہے کہ حکومت ان سفارشات کو قبول کرے گی۔ تاہم یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر گہری نظر ڈالنے کی ضرورت ہے کیونکہ ملک مستقبل کی تشکیل میں جامعی تعلیم کا بڑا حصہ ہوتا ہے۔

یونیورسٹی کی تعلیم کا مقصد یہ نہیں ہے کہ قوم کے لئے صحیح قسم کے افراد پیدا کرے۔ جامعات علوم و فنون کے مراکز ہوتے ہیں جن کے دروازے بلا امتیاز سب کے لئے کھلے رہتے ہیں۔ پیرس یا لندن کی یونیورسٹی کا مقصد یہ نہیں تھا کہ ایک خاص قسم کی قومی نوعیت کی تعلیم دی جائے۔ ان درس گاہوں میں جہاں علم اور متلاشیان صداقت جمع ہوتے تھے۔ ان میں عالمگیر قوت کا احساس پیدا کر دیا تھا جو رنگ و نسل اور قومی شعور سے بالاتر ہے اس لئے ایسی درسگاہوں کو یونیورسٹی کہا جاتا تھا۔

اعلیٰ تعلیم کا مقصد علم کی اشاعت اور تلاش صداقت کا ذوق پیدا کرنا ہے اور یہ کام جامعات انجام دیتی ہیں۔ ہندوستان کے لئے یہ بات بدقسمتی کی ہوگی کہ اگر وہ آزادی کے بعد اعلیٰ تعلیم کے نصب العین کو پست کر دے۔ ڈاکٹر رادھا کرشنن نے ہندوستانی جامعات کو زیادہ ہندوستانی بنانے کی قابل اعتراض سفارش کو حق بجانب قرار دینے کے لئے دوسرے ممالک کی مثالیں پیش کی ہیں جہاں تعلیم کو قومی پروپگنڈہ کا آلہ کار بنا دیا گیا ہے۔ کیا یہ ضروری ہے کہ ہر ملک امریکہ اور روس کی غلط مثال کی تقلید کرے؟ یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ قومی نوعیت کی تعلیم نوع انسان کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیتی ہے اور ہر گروہ اپنی ثقافت اور اپنے قومی اداروں کو دوسروں سے بہتر سمجھتا ہے اور قدرتی طور پر یہ خواہش رکھتا ہے کہ اپنی ثقافت کو دنیا کے دوسرے گروہوں اور جماعتوں پر مسلط کر دے۔ اس کا نتیجہ ماضی قریب میں جنگ کی صورت میں نمودار ہوا اور مستقبل بھی خطرات سے محفوظ نہیں۔

اعلیٰ تعلیم کا مقصد یہ قرار دینا کہ قوم کے لئے صحیح قسم کے افراد پیدا کئے جائیں ایک طرح کا تعصب ہے تعصب اس لئے کہ نوع انسان کی تقسیم قوموں میں تقسیم ایک مصنوعی چیز ہے اور ان مصنوعی حدود کو توڑنا اعلیٰ تعلیم کا مقصد ہونا چاہئے۔ یہ واقعہ کہ زمانہ حال میں دنیا کے اکثر ممالک میں جامعات کی نوعیت قومی رہی ہے اس بات کو حق بجانب نہیں قرار دے سکتی کہ ہندوستان جبکہ وہ اپنا راہ عمل متعین کرنے کے لئے آزاد ہے غلط مثالوں کی تقلید کرے۔ اس کے برخلاف کیوں نہ ہندوستان اپنی ہی درس گاہوں نالندا اور ٹکسیلا کی تقلید کرے؟ ان درس گاہوں سے جو علم اور تہذیب پھیلی وہ قومی نہیں بلکہ عالمگیر تھی۔

قدیم ہندوستان اور قرون وسطیٰ کی درس گاہوں کی عالمگیر روایات کو نظر انداز کر کے ہمارے موجودہ ماہرین تعلیم اس امر پر اظہار افسوس کر رہے ہیں کہ ہندوستانی جامعات کو ملٹن اور شیکسپیر سے زیادہ دلچسپی ہے ایک عام تعلیم یافتہ فرد یہ بات سمجھنے سے قاصر ہے کہ دوسرے ممالک کی تاریخ اور ادب سے تھوڑی سی واقفیت ہندوستان میں اعلیٰ تعلیم کی ہندوستانی حیثیت پر کس طرح مضر اثر ڈال سکتی ہے۔

سفارش کی گئی ہے کہ ہندوستان جامعات کے فارغ التحصیل طلبہ "ہندوستانی ذہن" کے نمونے ہونے چاہئیں۔ یہ کیا معیار ہے؟ کسی نصب العین کے حصول کے لئے پہلے اس نصب العین کو صاف طور پر سمجھ لینا ضروری ہے۔ یونیورسٹی کمیشن کی رپورٹ کو پڑھنے کے بعد شاید یہ بات سمجھ میں آ سکے۔ مذہبی تنظیم پر بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر رادھا کرشنن نے فرمایا ہے کہ ہندوستان ایک غیر مذہبی مملکت ہے اور وہ کسی ایک مذہب سے وابستگی

(باقی صفحہ پر)

مملکت
ہفتہ وار

۲۵ آبان ۱۳۵۸ف

شذرات

مولوی ابو الحسن سید علی

مولوی ابو الحسن سید علی صاحب نے ایک صحافتی بیان میں حیدرآباد کے مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ وہ دور اندیشی سے کام لیں اور نئے حالات سے مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ انھوں نے افسوس ظاہر کیا کہ اب بھی حیدرآباد میں بہت سے ایسے مسلمان ہیں جو پاکستان کو اپنا نجات دہندہ تصور کرتے ہیں اور اسی طرف نظریں لگائے ہوئے ہیں۔

مولوی ابو الحسن سید علی کا مسلمانوں کو یہ مشورہ کہ وہ پاکستان سے نظریں پھیر لیں تحصیل حاصل ہے۔ اگر مولوی صاحب عوام سے اس درجہ بے تعلق نہ ہو جاتے جتنا کہ وہ ہو گئے ہیں تو انھیں علم ہوتا کہ ۱۷ ستمبر ۱۹۴۸ء کے بعد سے مسلمانان دکن اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ پاکستان سے انھیں کسی قسم کی مدد نہیں مل سکتی — نہ مادی اور نہ اخلاقی۔ جو مسلمان اپنا وطن ترک کرنے پر مجبور ہوئے وہ تو بے شک پاکستان چلے گئے انسان وہیں جاتا ہے جہاں ذرائع معیشت کی فراہمی کی ذرا سی بھی توقع ہو لیکن جن مسلمانوں نے خدا پر بھروسہ کر کے اپنے وطن ہی میں رہنے کا تہیہ کر لیا ہے ان کے لئے پاکستان کوئی وجہ آخرت یا کشش نہیں ہے۔ افسوس ہے کہ مولوی ابو الحسن سید علی اس حقیقت سے بالکل ناآشنا ہیں۔ یا اگر وہ جانتے بھی ہیں تو انھوں نے اپنے کانگریسی دوستوں کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے کہ ان کے مشورہ کی بنا پر مسلمانان دکن نے پاکستان سے منہ موڑ لیا ہے۔ ہم مولوی صاحب کو یقین دلاتے ہیں کہ ہندو قوم کا سیاسی شعور بلند اور تیز ہے۔ وہ اس آسانی سے دھوکہ نہیں کھا سکتی۔ ممکن ہے کہ اس قسم کے ہتھکنڈوں سے وزارت کا ایک ٹوٹا پھوٹا قلمدان مولوی صاحب کے حصہ میں بھی آجائے لیکن یہ کیا ضرور ہے کہ مسلمانوں کو بدنام اور مطعون کر کے ان کے خلاف مخالفانہ جذبات ابھار کر اور ہندو قوم کو دھوکہ دے کر ایک شکستہ قلمدان حاصل کیا جائے۔ ہمیں مولوی صاحب کے وزارتی میلان سے کوئی سروکار نہیں گو ہم ضرور محسوس کرتے ہیں کہ مسٹر باقر علی مرزا کے حقوق اس میدان میں مرجح ہیں۔ لیکن اگر وزارت کے لئے کردار کوئی معیار نہیں ہے تو کیا تعجب ہے کہ منظور احمد خاں کی طرح مولوی صاحب بھی وزارت کے خواب دیکھتے رہیں۔ یہ ان کا ایک انفرادی مسئلہ ہے۔ جس طرح وہ قوم سے بے تعلق ہیں اسی طرح قوم بھی ان سے بے تعلق ہے۔

پاکستان کا مستقبل خطرہ میں

چند مہینوں سے ہمارا یہ گمان یقین میں تبدیل ہوتا جا رہا ہے کہ پاکستان کو اغیار سے زیادہ اپنوں سے ایک خطرہ لاحق ہے۔ افغانستان میں ہمارے ہی ہم مذہب رہتے ہیں۔ فقیر ایپی بھی مسلمان ہیں، قبائلی علاقوں میں بھی مسلمان رہتے ہیں، پنجاب پنجابیوں کے لئے، سندھ سندھیوں کے لئے، مشرقی بنگال بنگالیوں کے لئے کہنے والے بھی مسلمان ہیں، فرقوں کی بنیاد پر مسلمانوں کو مختلف ٹولیوں میں تقسیم کرنے والے اور ان ٹولیوں کے درمیان باہمی رقابت کے جذبات کو ابھارنے والے بھی مسلمان ہیں، پاکستان میں بیٹھ کر مخالف پاکستان خبریں پاکستان کے باہر روانہ کرنے والے بھی مسلمان ہیں۔ یہی ہیں دشمنان پاکستان جن سے حکومت پاکستان کو باخبر رہنے کی ضرورت ہے۔

قوم کو فنا کرنے والی اس بڑی خرابی کی اصل وجہ یہ ہے کہ عام مسلمانوں میں کردار کا فقدان اور روپیہ کی طمع ہے۔ اس صورت حال سے اگر کوئی مخالف فائدہ نہ اٹھائے تو بے وقوف ہے۔ ہم حکومت پاکستان کو یقین دلاتے ہیں کہ ان کے مخالفین خواہ وہ دنیا کے کسی حصہ میں رہتے ہوں بے وقوف نہیں ہیں۔ وہ مقابل حکومتوں کو زیر کرنے کا نسخہ جانتے ہیں۔ اس لئے ہم پاکستان کے مستقبل سے مایوس ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہم مسلمانان دکن کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ پاکستان جانے کا خیال ترک کر دیں۔ جو جا چکے ہیں انھیں ہم واپس آنے کی دعوت دیتے ہیں بالخصوص ان مسلمانوں کو جو یہاں اپنی کچھ جائداد بھی رکھتے ہیں۔ ہم خود پاکستان کے بدخواہ نہیں ہیں۔ ہماری یہ دلی خواہش ہے کہ یہ نوزائیدہ مملکت پھلے پھولے لیکن قوم کے اندر ایسے افراد اور جماعتوں کی کمی نہیں جو روپیہ کی لالچ میں پاکستان کو نقصان پہونچا رہے ہیں۔ اس لئے ہم حکومت پاکستان کو متنبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنے دوستوں سے ہوشیار رہے۔ اگر پاکستانی اخبارات ہمارے اس انتباہ کو پاکستانی عوام تک پہنچانے کی زحمت گوارا کریں تو ہم سمجھیں گے کہ ہم نے اپنی حد تک پاکستان کی ایک حقیقی خدمت انجام دی۔

بے روزگاری

یوں تو بے روزگاری کی شکایت عام ہے لیکن مسلمانوں میں یہ مصیبت اس شدت اور سرعت کے ساتھ پھیل رہی ہے کہ مستقبل کا تصور ہی بھیانک نظر آتا ہے۔ جن کا پیشہ زراعت تھا ان کی زمینوں پر ان کا قبضہ نہیں رہا۔ جن کا پیشہ تجارت تھا ان میں سے اکثر لٹ چکے یا میدان سے باہر کر دئے گئے۔ جن کا پیشہ ملازمت تھا ان میں سے صدہا برطرف ہو گئے، ہزارہا تخفیف کے خطرہ میں ہیں۔

مسلمانوں میں باہر کمانے والے کے ساتھ دس پانچ کھانے والے ہوتے ہیں یہ سب کے سب پریشان ہیں۔ جو تعلیم پا رہے ہیں ان میں سے اکثر اخراجات کی تنگی کی وجہ سے یا دو اندک کی دقتوں کی بنا پر ترک تعلیم پر مجبور ہو گئے۔ سرکاری ملازمت کے بعد صرف خاص یا جاگیرات کی نوکری ہزارہا مسلمانوں کا ذریعہ معاش تھی۔ ایسے مسلمانوں کے لئے بھی خطرہ کی گھنٹی بج چکی ہے۔ غرض ہر طرف تاریکی ہی تاریکی ہے اگر حکومت وقت از راہ کرم ان مصائب پر ہمدردانہ نظر ڈالے تو

تربیت یہ بعید نہیں کہ کوئی حل نکال لے۔ خواہ وہ عارضی ہی سہی۔ مسلمانوں کو بالخصوص پیشوں کی تعلیم حاصل کر کے مختلف پیشے اختیار کرنے کے لئے ابھی سے تیاری کرنی چاہیئے۔

ہم سروار مشن سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ حیدرآباد کے صاحب فکر و نظر مسلمانوں کی ایک کمیٹی اس غرض سے تشکیل دیں کہ وہ مسلمان بچوں کی فنی یا پیشہ ورانہ تعلیم سے متعلق کوئی اسکیم مرتب کر کے پیش کرے۔ کیا حکومت حیدرآباد بھی اس تجویز پر ہمدردانہ غور کر کے اس کو آگے بڑھائے گی؟

قواعد تحت دستور العمل برخاستگی جاگیرات

دیوانی میں ضم شدہ جاگیر کے انتظامات مال کی اغراض کے لئے مددگار جاگیر ایڈمنسٹریٹر کے اختیارات اور فرائض اول تعلقدار کے اختیارات و فرائض کے حامل ہوں گے۔

خام آمدنی

خام آمدنی کی تعریف میں وہ آمدنی بھی شامل ہوگی جو ابواب ہراج سے حاصل ہوتی ہو اور جیسے جاگیردار دستور العمل برخاستگی جاگیرات کے نفاذ سے عین پہلے جاگیر کی سند کی بنا پر یا حکومت کی قطعی اجازت سے یا علاقہ دیوانی کے کسی نافذ الوقت قانون یا اس کے تحت جاری شدہ احکام و قواعد کی بنا پر حاصل کیا کرتا تھا۔ اگر ایسا کوئی سوال پیدا ہو کہ آیا آمدنی کا کوئی خاص مد اس قاعدے کے تحت جاگیر کی خام آمدنی میں شامل ہو سکتا ہے تو اس کا تصفیہ جاگیر ایڈمنسٹریٹر کریں گے۔

جاگیرداروں اور حصہ داروں کو رقوم کی ادائی

جاگیرداروں اور حصہ داروں کو رقوم پیشگی ادائی کا طریقہ کار حسب ذیل ہوگا۔

(الف) جاگیردار ایڈمنسٹریٹر صاحب کے جاگیر کا جائزہ حاصل کرنے کے بعد پہلے حسابی سال، اس سال کی وصول شدنی آمدنی کا ایک سرسری تخمینہ جاگیردار کے پیش کردہ حسابات کی جانچ کے بعد قائم کیا جائے گا۔ تخمینہ مرتب کرتے وقت پچھلے سال کوئی غیر معمولی مدات، ابواب آمدنی میں شامل کئے گئے ہوں تو انھیں خارج کہ دیا جائے گا۔

(ب) خالص آمدنی اور جاگیرداروں اور حصہ داروں کو ادا شدنی رقم کا اندازہ اس طریقے پر قائم کیا جائے گا جو دستور العمل میں بتایا گیا ہے۔

(ج) تخمینی رقم کا دو ثلث یعنی (۶۶ ⅔) فیصد جس کے جاگیردار مستحق ہوں گے، انھیں سہ ماہی اقساط پر یکم اسفندار، یکم خورداد، یکم شہریور اور سال مابعد کی یکم آذر کو چک کے ذریعے ادا کیا جائے گا اور یہ چک حکومت کے خزانے کے نام جاری کئے جائیں گے۔

(د) پہلے حسابی سال کے اختتام کے بعد حقیقی خام آمدنی خالص آمدنی، اور جاگیرداروں اور حصہ داروں کو ادا شدنی رقم کا تعین کیا جائے گا اور جاگیرداروں اور حصہ داروں کو ادا شدنی جو بقایا برآمد ہو وہ حکومت کے خزانے سے یکمشت ادا کر دیا جائے گا۔ اگر جاگیردار یا حصہ داروں کو زائد رقم ادا ہوئی ہو تو وہ آئندہ سال کی پیشگی رقوم سے وضع کر لی جائے گی۔

(ہ) جاگیر کے جائزے کے پہلے سال کے اختتام کے بعد آنے والے سالوں میں پیشگی رقوم اوپر کے فقرہ (ج) کی مطابقت میں ادا کی جائیں گی۔ ہر پچھلے سال کی خالص آمدنی کو متوقع خالص آمدنی قرار دیا جائے گا البتہ اس میں سے پچھلے سال کے غیر معمولی مدات کی آمدنی خارج کر دی جائے گی۔ سال کے ختم پر جاگیرداروں اور حصہ داروں کو جو بقایا ادا شدنی برآمد ہو وہ فقرہ (د) کے مطابق ادا کر دیا جائے گا۔

مذہبی اوقاف

جو جاگیر کسی مندر، مسجد یا کسی ایسے ادارے کو عطا کی گئی ہو جو مذہبی یا عوامی اغراض کے لئے قائم ہو تو اس کی خالص آمدنی کی تقسیم اس طرح عمل میں آئے گی۔

(الف) خالص آمدنی کا آدھا حصہ ادارے کے لئے محفوظ کر لیا جائے گا اور بقیہ نصف حصے کو آدھا، جاگیردار، متولی یا اس شخص کو ادا کیا جائے گا جو متعلقہ فرائض انجام دیتا ہو، اور ما بقی نصف حصہ داروں میں۔ اس تناسب میں تقسیم کیا جائے گا جس کے وہ نافذ الوقت قانون کے تحت مستحق ہوں۔

(ب) جاگیر ایڈمنسٹریٹر صاحب فقرہ (الف) کے تحت محفوظ کردہ رقم کو اس طرح استعمال کریں گے جس سے ادارے کے مقاصد پورے ہوتے ہوں اور اس کے حسابات رکھنے کا بھی انتظام کریں گے۔

(ج) پیشگی ادائی کا طریقہ کار کا ان جاگیروں پر بھی اطلاق ہوگا۔

ذاتی زمینات۔

جاگیردار یا حصہ دار کی ذاتی زمینات (سری خود کاشت) کا تعین جاگیر ایڈمنسٹریٹر صاحب قانون مالگزاری کی دفعہ (۸۶ ضمن ۲ و ۳) اور اس کے تحت مرتب شدہ قواعد کے مطابق کریں گے۔

جاگیری ملازمین

جو لوگ اس سے پہلے جاگیروں میں ملازم تھے انھیں سرکاری ملازمت میں لینے کے شرائط یہ ہوں گے۔

(الف) یہ ملازمت مستقل نہیں سمجھی جائے گی بلکہ اس وقت تک برقرار رہے گی جب تک کہ جاگیر کسی ایسے ضلع میں جذب نہ ہو جائے جو قانون مالگزاری کے تحت قائم کیا گیا ہو۔

(ب) کسی جاگیر کے ملازمین میں سے ایسے افراد جو سرکاری ملازمت کے لئے موزون ہوں سرکاری ملازمت میں لے لئے جائیں گے بلالحاظ اس کے کہ سابق میں وہ کس خدمت پر تھے۔ مطلوبہ قابلیتیں، معاوضہ خدمت اور ملازمت کی شرائط اس عہدے کی ذمہ داریوں اور درجے پر ہوگا جس پر ایسے اشخاص کا عارضی طور پر تقرر عمل میں آئے گا اور ان امور کا تعین جاگیر ایڈمنسٹریٹر صاحب کریں گے۔

(ج) جب کبھی ضرورت ہو، جاگیر ایڈمنسٹریٹر، جائدادوں کی تعداد اور گریڈوں کا تعین کریں گے اور کسی جاگیر کے انتظام کے لئے ان جائدادوں پر موزون افراد کا تقرر کریں گے۔ مددگار جاگیر ایڈمنسٹریٹر کو ایسی جائدادوں پر تقرر کا اختیار رہے گا جو تحصیلدار کے درجے سے کم ہوں۔

(د) سرکاری خدمات پر تقرر کے بعد، ایسے اشخاص کا ان خدمتوں پر کارگزار رہنے کا انحصار حکومت کی مرضی پر ہوگا اور تقرر کرنے والا عہدہ دار کسی وقت بھی کسی نوٹس کے بغیر ان کی خدمات کو ختم کر سکے گا۔

مرافعے اور نگرانیاں

مرافعے اور نگرانیوں کی پیش سازی اور مرافعے اور نگرانی کے اختیارات کے استعمال کے متعلق جو طریقہ کار قانون مالگزاری میں معین کر دیا گیا ہے وہ جہاں تک دستور العمل برخاستگی جاگیرات کے احکام کے منافی نہ ہو، دستور العمل کی دفعہ (۲۰) کی اغراض کے لئے اختیار کیا جائے گا۔ (اطلاعات)

سیاسی نمک پارے

از

کثافت

بلا تنقید:-

انگلستان میں مردوں کی ایک جماعت کو یہ فکر پیدا ہو گئی ہے کہ عالمی جنگ کے خاتمہ پر عورتیں زندگی کے ہر شعبہ پر حملہ آور ہوں گی۔ مردوں کو بیروزگاری کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس خطرہ کو پیش نظر رکھ کر مردوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے ایک مجلس تحفظ حقوق رجال کی بنیاد ڈالی گئی ہے اس مجلس کا دعویٰ ہے کہ برطانیہ کو تحریک نسواں سے اتنا ہی خطرہ ہے جتنا کہ ہٹلریت سے تھا (ہمایوں)

مولوی ابوالحسن سید علی نے ایک صحافتی بیان میں فرمایا کہ۔
حیدرآباد کی دستور ساز اسمبلی کے انتخابات غیر فرقہ واری اساس پر عمل میں لائے جائیں گے اور مسلمانوں کو چاہیئے کہ نشستوں کے محفوظ کئے جانے کا ہرگز مطالبہ نہ کریں۔

کیا مولوی صاحب ایک مسلمان کا بھی نام بتا سکتے ہیں جس نے نشستوں کے تحفظ کا مطالبہ کیا ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر اس افسانہ تراشی سے مولوی صاحب کا مقصد کیا ہے؟

پالیسی ہے تری پیچیدہ تر از زلف ایاز

مسٹر ... گورنر بہار نے ایک صحافتی ملاقات میں صوبہ واری ذہنیت کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا کہ:-
مجلس دستور ساز اس وقت ایک دستور کی تیاری میں مصروف ہے اور یقیناً یہ ہر فرد کی معاشی و سماجی ... اور ان کے تحفظ کی ضمانت کا باعث ہوگا۔

چنانچہ اردو کو دستوری جھگڑوں سے الگ کر کے بالکل محفوظ کر دیا گیا ہے۔

چیانگ کائی شک کی بہن کو مخلوط حکومت کا صدر بنایا جائے گا۔ (اخباری مرغی)

یہ مخلوط تعلیم کا نتیجہ ہے۔

ایک اخباری اطلاع ہے کہ:
سیاسی حلقوں میں یہ سوال دلچسپی کا موجب بنا ہوا ہے کہ ہندوستان کا پہلا پریسیڈنٹ کون ہوگا۔ کہا جاتا ہے کہ پنڈت جواہر لال نہرو راجہ جی کے حق میں ہیں لیکن ایک گروپ بابو راجندر پرشاد کی حمایت کر رہا ہے۔

گویا اس انتخاب میں عوام کی رائے کا کوئی دخل نہیں ——— بیچارے عوام!!

صدر ہندی سمیلن نے فرمایا کہ:-
اب ہندی کو عام کرنا عوام کا فرض ہے۔ انہیں چاہیئے کہ اس میں ایک نئی روح پیدا کریں۔

کیا ہندی عام اور عوام کی زبان نہیں ہے!

مجلس دستور ساز کے ایک رکن مسٹر راما لنگم چیٹیار نے کہا کہ۔
جنوب کے لوگ شمال میں آکر خود کو اجنبی محسوس کرتے ہیں۔ شمال کے لوگوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے اقتدار کا خیال چھوڑ دیں ورنہ جنوب والے خود کو علحدہ سمجھنے لگیں گے۔

ایک ہی قوم کے افراد میں اجنبیت کا یہ احساس کیسے پیدا ہو سکتا ہے۔
ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوع انساں کو

رونامۂ پریس سے مسٹر باقر علی مرزا نے فرمایا کہ:-
مجھے کچھ اور کہنا نہیں ہے لیکن صرف اتنا بتا دینا چاہتا ہوں کہ اب عوامی حکومت تشکیل دینے کا وقت آگیا ہے۔

عوامی حکومت لیڈروں کو مبارک۔ عوام کا کام صرف ووٹ دینا ہے اور اقتدار سے لطف اندوز ہونے کا حق صرف لیڈروں کو ہے۔

معاصر "شعیب" تحریر کرتا ہے کہ:-
اردو رسم الخط اور زبان سے جو بے انصافی کی گئی ہے اس کا اظہار آج بھی ضروری معلوم ہوتا ہے اور ہم ایک بار پھر کہیں گے کہ دستور کی تیسری خواندگی کے وقت اس غلطی کا ازالہ کیا جائے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ معاصر "شعیب" کے ایڈیٹر ایک قوم ایک زبان کے قائل نہیں ہیں۔

معاصر "رہنما" لکھتا ہے کہ:- حیدرآباد اسٹیٹ کانگریس کی جماعتی سیاست نے ملک کی فضاء کو مکدر کرنے میں جو بھی حصہ لیا ہے اب اسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

یہ رائے "رہنما" کی ہے اگر یہی بات "رہنمائے دکن" کہتا تو اس کو فرقہ پرست قرار دیا جاتا۔

غیر مذہبی مملکت کے تصور کی خلاف ورزی

معاصر "رعیت" کا تبصرہ

حیدر آباد ہندوستان سے الگ نہیں ہے

حیدرآباد ہندوستان ہے اور ہندوستان ایک غیر مذہبی مملکت ہے یہاں ہندو اور مسلم کا کوئی سوال نہیں ہے سب کے مساوی حقوق اور فرائض ہیں۔ غیر مذہبی مملکت کے معنے خود یہ ہیں کہ مذہب کے اعتبار سے کسی فرد کو کوئی فوقیت حاصل نہ ہوگی بلکہ ہر فرقہ کو مذہب، عقیدہ اور عبادت کی پوری آزادی حاصل ہے۔ غیر مذہبی مملکت کے اندر کسی فرقہ کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ کسی دوسرے فرقہ کے مذہبی عقائد کو صدمہ پہنچائے یا عبادت گاہوں کی بے حرمتی کرے یا کسی فرقے کی ایسی عبادت گاہ کو جس کی یہ حیثیت ایک مدت دراز سے قائم اور مسلمہ ہو کسی دوسرے فرقہ کی عبادت گاہ میں تبدیل کرے۔ یہ تمام غیر مذہبی مملکت کے لوازمات اور خصوصیات ہیں۔ اگر ان کے خلاف عمل کیا جائے تو یہ سمجھا جائے گا کہ مملکت کے حق میں ایک عظیم غداری کی گئی۔

ہمیں یہ معلوم کر کے سخت صدمہ ہوا کہ سیڑم میں جو ضلع گلبرگہ کے ایک تعلقہ کا مستقر ہے حال میں ایک دو مساجد مندروں میں بدل دیئے گئے۔ اگر ایسی کوئی بات ستمبر ۱۹۴۸ء کے اواخر یا اکتوبر کے اوائل میں سرزد ہوتی تو وہ اس وقت کے حالات کے لحاظ سے قابل درگذر سمجھی جاتی۔ گو تب بھی وہ اخلاقاً قابل اعتراض رہتی۔ لیکن ۱۹۴۹ء کے اگست یا ستمبر میں ایسی کسی بات کا اعادہ ہو تو وہ ہرگز قابل نظر انداز نہیں سمجھی جا سکتی۔ اگر محض افواہ ہوتی تو ہم ہرگز اس کو قابل اعتنا خیال نہیں کرتے۔ لیکن مقامی صحافت کے ایک حلقہ میں چرچا ہونے اور سیڑم سے اپنے طور پر تصدیق کر لینے کے بعد یہ چند سطور سپرد قلم کر رہے ہیں۔ جس وقت یہ نوٹ لکھ رہے تھے اس وقت ہمیں باوثوق ذریعہ سے اطلاع ملی کہ سیڑم کے بعد چیتاپور میں بھی یکایک ایسا ہی نازیبا عمل کیا گیا ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا ایک باقاعدہ سلسلہ جاری کر دیا گیا ہے۔ نہیں معلوم کہ ان واقعات کی اطلاع کانگریسی تنظیم اور ارباب حل و عقد کو مل چکی ہے یا نہیں۔ لیکن تعجب خیز امر ہے کہ مساجد کو مندروں میں بدل کرنے کی ایسی اطلاع کسی اور ضلع سے نہیں ملی۔ حالانکہ ضلع گلبرگہ کے مقابلہ میں اضلاع نلگنڈہ اور ورنگل کا امن نہایت بے طور پر تشویشناک رہا ہے اور آئے دن قتل و خون، لوٹ مار کی وارداتیں واقع ہونے کی اطلاعیں وصول ہو رہی ہیں۔ لیکن نلگنڈہ اور ورنگل کے کسی تعلقہ یا کسی موضع سے بھی کسی مسجد کو مندر میں بدل دینے کی اطلاع نہیں ملی۔ اس کی وجہ صاف ظاہر ہے نلگنڈہ اور ورنگل میں جھگڑے کی نوعیت بالکل جداگانہ ہے کمیونسٹ اشرار اپنے منصوبوں کے تحت اپنی سرگرمیاں جاری رکھے ہیں جن کے انسداد کی معقول تدابیر حکومت اختیار کر رہی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ کسی اور ضلع سے بھی ہمیں ایسی اطلاعیں وصول نہیں ہوتی ہیں۔ جیسی کہ گلبرگہ ضلع کے ان مقامات سے ملی ہیں اس وقت امن کے اعتبار سے گلبرگہ کوئی متاثر ضلع نہیں ہے یہاں مسلسل طور پر کوئی کمیونسٹ اشرار ہیں اور نہ ان کی سرگرمیاں جاری ہیں۔ اس کے باوجود گلبرگہ سے ایسی اطلاعیں ملنا کہ آج کسی جگہ ایسا عمل کیا گیا۔ اس امر کا ثبوت ہے کہ ضلع گلبرگہ میں کہیں کوئی نقص اور خرابی ہے۔ گلبرگہ کے عوام رائچور یا حیدرآباد یا محبوب نگر کے اضلاع کے عوام سے کوئی مختلف نہیں ہیں۔ پھر بھی یہاں پر ایسے نازیبا اعمال سرزد ہو رہے ہیں تو اس کا یہ مطلب نکلتا ہے کہ ضلع گلبرگہ کے نظم و نسق میں کوئی خرابی ضرور ہے۔

سیڑم یا چیتاپور کوئی دور افتادہ غیر معروف مقامات نہیں ہیں بلکہ حیدرآباد سے بمبئی جانے والی اہم اور بڑی ریلوے لائن کے اسٹیشن اور تجارتی منڈیاں ہیں۔ ان مقامات پر یا ان مقامات سے قریب کے اہم مراکز پر اسٹیٹ اور یونین کے ذمہ دار عہدہ دار رہتے ہیں جن کا یہ فرض ہو سکتا ہے کہ حکومت حیدرآباد اور قومی حیثیت سے انڈیا کی حکومت کی معلنہ پالیسی کی تعمیل خود کریں اور دوسروں سے کرائیں سوال یہ ہے کہ ان عہدہ داروں نے اس بارے میں اب تک کیا کارروائی کی ہے۔ اگر کوئی کارروائی نہیں کی گئی ہے تو اس کی وجہ کیا ہے؟ یہ اہم امور ہیں جن کی جانب حکومت حیدرآباد کی فوری توجہ مبذول ہونے کی ضرورت ہے۔

اس موقع پر ہم یہ کہنا ضروری خیال کرتے ہیں کہ اسٹیٹ کانگریس اور اس کے محترم صدر سوامی جی ایسی سرگرمیوں کے سخت مخالف ہیں۔ محترم سوامی جی نے ایک سے زائد مرتبہ یہ اعلان فرمایا ہے کہ وہ کسی رنگ و روپ میں اور کسی طریقہ میں کسی فرقہ میں فرقہ پرستی کے روادار نہیں ہو سکتے بلکہ موصوف نے کھلے الفاظ میں ہندو فرقہ واریت کے خلاف جنگ کرنے کا اعلان کر دیا ہے ہمیں صرف یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ اسٹیٹ کانگریس کا نظریہ بالکل صاف اور واضح ہے وہ کبھی اس کو روا نہیں رکھ سکتی کہ کوئی مسجد مندر میں بدل دیا جائے۔ یہ صاف طور پر اسٹیٹ کانگریس کے مسلک اور عقیدہ کے خلاف ہے۔ لیکن یہ پایا جاتا ہے کہ سیڑم میں یا چیتاپور میں اسٹیٹ کانگریس کی تنظیم کا کوئی اثر نہیں ہے یا جو اثر رکھتے ہیں وہ اسٹیٹ کانگریس کے نہیں ہیں۔ یا پھر یہ ممکن ہے کہ ضلع گلبرگہ میں اسٹیٹ کانگریس کے جو کرتا دھرتا کہلاتے ہیں وہ در حقیقت کانگریسی نہیں ہیں بلکہ وہ صرف کانگریس کا برقع پہنے ہوئے ہیں۔ ہمیں کسی سے کوئی دشمنی یا کدورت نہیں ہے۔ لیکن تنظیم اور عوام کے بہترین مفاد میں ہم اپنی یہ رائے ظاہر کرنے پر مجبور ہیں کہ گلبرگہ ضلع کمیٹی کے عہدہ دار اپنے فرض سے لاپروائی برت رہے ہیں لہٰذا اس بارے میں صوبائی کمیٹی اور مرکزی تنظیم کو دلچسپی لینا اور حالات کو بہتر بنانا چاہئے۔

آخر میں ہم عوام سے یہ اپیل کرتے ہیں کہ انہیں جو آزادی ملی ہے اس کا استعمال ٹھیک طور پر کرنا ہی سیکھیں آزادی کے معنے جذبات سے بہ جانے کے نہیں ہیں اور آزادی کے معنے جذبہ انتقام بھی نہیں بلکہ اتحاد و اتفاق یگانگت اور فراخ دلی سے تہذیب اور تمدن کو ترقی و شائستگی کو بڑھانا اور سکھ اور چین کے ساتھ تمام اہل ملک کو زندگی بسر کرنے کے مواقع دینا۔ غرضکہ یہ تمام آزادی کے لوازمات اور خصوصیات ہیں۔ ایک شاعر کے الفاظ میں:-

جو دلوں کو فتح کرے وہی فاتح زمانہ ہے۔

محکمہ تعلیمات کی جدید تنظیم

حکومت نے محکمہ تعلیمات کی جدید تنظیم کی ایک اسکیم حال ہی میں منظور کی ہے جس کی رو سے پانچ گزیٹیڈ جائدادہائے انسپکٹران و اسپیشل افسر معہ عملہ و مصارف کی تخفیف عمل میں لائی گئی۔ اس کے علاوہ دفتر نظامت تعلیمات سے بھی (۳۰۰ تا ۸۰۰) کے گریڈ میں مددگاری کی دو جائدادوں اور دو مہتممات مدارس نسواں بیدر و عثمان آباد و محبوب نگر و نلگنڈہ کی جائدادیں بھی تخفیف کر دی گئیں لیکن دونوں مہتمماۃ کے دفاتر کا عملہ دفتر مہتممی و صدر مہتمم میں جذب کر لیا گیا۔ بقیہ پانچ مہتمماۃ مدارس نسواں کو بلدہ و اسمات کے صدر مہتمم صاحبان کے تحت کر دیا۔ انہیں مددگار رہے سے موسوم کیا گیا۔

سررشتے کی ضرورتوں کے مد نظر گیارہ ناظرۃ مدارس نسواں کی جدید جائدادیں (۹۰ تا ۱۵۰) روپے کے گریڈ میں ضروری مصارف کے ساتھ منظور کی گئیں اس عمل سے مہتمم تعلیمات ضلع کے تحت ایک ناظرہ رہے گی۔ صدر مہتمم مدارس نسواں کی جائداد بھی تخفیف میں لائی گئی۔

دوسری جنگ عظیم کا اثر مشرقی ممالک پر

—— ہم بیسویں صدی کی اولاد ہیں ——

—— بیسویں صدی ——

اس میں دو عظیم ترین لڑائیاں لڑی گئیں (۱) پہلی جنگ عظیم (۲) دوسری عالمگیر جنگ —— یہ صحیح ہے کہ دونوں لڑائیوں میں کروڑوں انسان قتل و مجروح ہوئے کئی قومیں جسمانی اعتبار سے تباہ ہو گئیں ننھے ننھے کتنے شہر آگ اور خون میں تبدیل ہو گئے بھلا کون ہے جو ان دونوں لڑائیوں کی عدیم المثال تباہ کاریوں سے انکار کر سکے۔ مگر انہیں دو لڑائیوں نے تاریخ انسانیت پر بہت تعمیری اثرات بھی ڈالے۔ پہلی جنگ عظیم نے دنیا کے بعض حصوں کو جاگیردارانہ تمدن اور بعض ملکوں کو سرمایہ دارانہ نظام حیات سے رہائی دلائی اور دنیا کی تمام قوموں کو بیسویں صدی کے بے رحم مادی تصور زندگی سے بیزار کر دیا میکانکی سماج اور یورپ کے نسلی تفوق کے خلاف غلام قوموں کا ضمیر بیدار ہوا اور مشرق و مغرب میں انسانیت اور بین الاقوامیت کا جذبہ انگڑائیاں لیکر اٹھا۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد جن ملکوں کا نام کبھی لوگوں کی زبان پر نہ آتا تھا اب ہر جگہ ان کا چرچا ہونے لگا ——

اور جو قومیں صدیوں سے گہری نیند سو رہی تھیں ان کی بیداری کے افسانے سب کی زبانوں پر رہنے لگے۔

دوسری عالمگیر جنگ تخریب و ہلاکت میں پہلی جنگ سے بڑھ گئی۔ مگر اسی کے ساتھ اس نے انسانی روح کو زیادہ شدت کے ساتھ جھنجھوڑا اور آدم کی اولاد نے پہلی مرتبہ محسوس کیا کہ پچھلی چند صدیوں میں اس نے سائنس، فلسفہ، علوم حکمیہ، ادب، آرٹ اور سیاست کی شکل میں جو کچھ حاصل کیا ہے وہ روح اور قلب کی طمانیت کے لئے کافی نہیں ہے اور یہ کہ وطنیت، قومیت اور نازم کے بت جو اس قدر شدت کے ساتھ ہر گوشہ عالم میں پوجے جا رہے ہیں ان کی پرستش ہی مقصود حیات نہیں ہے بلکہ انسانوں کی حقیقی خوشحالی اور روحانی پائیداری اور حقیقی تمدنی ترقی کا انحصار کسی اور چیز پر ہے مگر وہ چیز "کیا" ہے؟

کیا ہے وہ چیز؟

اینگلو امریکن بلاک ہو یا روسی بلاک، مشرق ہو یا مغرب —— ایشیا ہو یا یورپ —— دنیا کے ہر منطقہ میں انسانوں کی روحوں کے اندر یہ "کیا" کانٹا بن کر چبھ رہا ہے ہم نے فطرت کو مسخر کر لیا اور یہاں تک کہ بجلی ہمارے اشاروں پر دوڑنے لگی ہوائیں ہماری تھیں چشم و ابرو پر گردش کرنے لگیں ہم نے ایٹمی طاقت کو مٹھی میں بند کر لیا اور اب ہم فتح و غرور کا پرچم اڑاتے ہوئے مہر و مہ کی سرزمینوں کی طرف رواں دواں ہیں مگر کیا سائنس بھی مطمئن کر سکی؟ کیا ڈیکارٹ سے لے کر وائٹ ہیڈ تک کا فلسفہ ہماری روحوں کے ان دکھے زخموں پر مرہم رکھ سکا؟ کیا علم و حکمت کی شاہراہوں پر اتنی دور نکل جانے کے باوجود منزل کا ہلکا سا بھی نشان ہماری نظروں کے سامنے آیا؟

اچھا یہ بھی تو سہی ہم نے علم الاقتصاد کے بڑے بڑے نکتے حل کر لئے لیکن کیا یہ حیرت انگیز اقتصادی دماغی مہارت انسانوں کی جسمانی و روحانی بھوک مٹا سکی ہے؟ علم الاخلاق میں ہماری دستگاہ حکمائے یونان تک کے لئے قابل رشک سہی مگر کیا آج بھی کوئی ہم سے زیادہ ظالم اور بے حیا ہم سے زیادہ شریف نہیں۔

کہا جاتا ہے کہ روس میں کوئی بھوکا نہیں مرتا مگر ہر شخص بھوکا جیتا ہے اگر روسیوں کے پیٹ بھرے ہوئے ہیں تو کیا ان کی روحیں بھی شکم سیر ہیں؟ کیا تیس برس کی اشتراکی زندگی نے روسیوں کو امریکنوں سے بہتر انسان بنا دیا ہے۔

دوسری جنگ عالمگیر نے انسانیت کو ان گنت سماجی، سیاسی اور معاشی سوالوں سے دوچار کیا ہے یہ سوالات جو فقط صرف ایک لفظ —— "کیا" میں سمٹ آتے ہیں، ماسکو سے لیکر واشنگٹن اور لندن سے کر چنگ کنگ تک ہر کالے گورے پیلے اور لال انسان کے دماغ پر مسلط ہیں۔

مشرق میں ان سوالات کی اہمیت اور بھی نمایاں ہے۔

پہلی اور دوسری بین الاقوامی لڑائیوں نے جس کارخانہ تہذیب و تمدن اور جس سرمایہ علم و حکمت کو غارت کیا ہے وہ ایشیائیوں کا اپنا مال نہ تھا کہ قدرت نے تہذیب و تمدن کی جو پونجی اور فلسفہ و حکمت کی جو دولت ایشیا کو بخشی ہے اس پر کبھی موت وارد نہیں ہو سکتی ہم ایشیائی [illegible] یورپ کی میراث کو حضرت آدم [illegible] کو سمجھتے تھے مگر عالمگیر جنگ کے طوفانوں نے جب یورپ کے ذہن و دماغ کو بیمار کیا اور ہم نے محسوس کیا کہ ان گورے انسانوں کی ترقیوں کی حقیقت اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے کہ وہ پہلے سے زیادہ وحشی اور غلط ہو گئے ہیں تو یورپ اپنی تمام مادی کمالات کے ساتھ ہماری نظر سے گر گیا اور اب مشرق کے ہر ملک میں ایک عظیم الشان ذہنی انقلاب رونما ہو گیا ہے۔ سحر فرنگ باطل ہو چکا ہے۔ اب ہمیں ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ زندگی کا وہ سرا ڈھونڈیں جو [illegible] کا کوئی دوسرا انقلاب، منزل کی کوئی دوسری منزل اور جینے مرنے کی کوئی دوسری قسم ہمیں اپنی طرف متوجہ کر لیا، خلا باقی ہے، وہ [illegible] دماغ کے ان سناٹوں اور روحوں کی اس تہی دامنی کو پر کرنے کی ضرورت کون پورا کرے گا۔

کیا روس کی اشتراکیت؟

ہاں کمیونزم کوشش کر رہا ہے کہ یورپ کی سرمایہ دارانہ مادی تہذیب کی تباہی سے ایشیائی قوموں کے وجدان میں جو خلا پیدا ہو گیا ہے اسے مارکس اور اینجلز کے فلسفہ سے پر کریں وہ انسان کی عقلیت پرستی کے نظریہ سے مجبور ہے یہ لوگ مارکس کو جامعہ عقل میں اتارنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے انسانی مساوات، سماجی انصاف اور سیاسی منصوبہ بندی کی ایک نئی قدر ہماری زندگی میں پیدا کرنے کی کوشش کی ہے ایک طرف وہ امریکہ اور یورپ کے جنگی استحکام سے خائف نظر آتے ہیں اور دوسری جانب جنگ کی فوج اور ہتھیاروں کی جھنکار کے ساتھ آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں اور دوسری طرف تبلیغ و تعلیم کے عظیم الشان وسائل مارکس اور لینن کے فلسفہ کی تشہیر کے لئے وقف ہیں۔

کیا مشرق مرحوم یورپی تہذیب کے نعم البدل کے طور پر اشتراکیت کو قبول کرے گا؟

نہیں۔

دوسری عالمگیر جنگ کے حوادثات نے مشرقی قوموں کو عموماً اور مشرق کے اسلامی ممالک کو خصوصاً بہت محتاط اور دور اندیش بنا دیا ہے ایشیا کے اسلامی ملکوں میں احیاء اسلامی کا عمل بڑی شعوری کیفیت لئے ہوئے ہے اور ایک اندھا بھی دیکھ سکتا ہے کہ ایشیا کی حیات ثانیہ میں سب سے بڑا کردار اسلام ادا کر رہا ہے۔

مشرق وسطیٰ کے ہر ملک میں اسلام صدیوں کی بے شعوری اور روایات پرستی کے اندھیرے سے آہستہ آہستہ ابھر رہا ہے اور اس غلو کو ترک کر رہا ہے جو مغربی تہذیب اور فرنگی تصور حیات کے زوال سے پہلے ہو گیا تھا۔ یورپ سے مستعار مانگی ہوئی تمام سیاسی [illegible] سماجی تحریکیں وطنی جغرافیائی وحدت معاشی و ثقافتی، ایک نئی تحریک کے دھارے میں ضم ہو رہی ہیں اور یہ نیا دھارا اسلام کا ہی کوئی دھارا ہے۔

ایشیا کے نقشہ پر پاکستان ایک نئے ملک کی حیثیت سے ابھرا ہے اور اپنے تمام خامیوں اور کمزوریوں کے باوجود اس نے ایشیا پر گہرا اثر ڈالا ہے ایران جو روایت مذہب سے بیزاری محسوس کر رہا ہے کہ ایران کا مستقبل جغرافیائی قومیتوں کے ہاتھ میں ہے [illegible]

پریوی کونسل سے قطع تعلق کرنے کا فیصلہ

ڈھائی گھنٹے کے مباحثے کے بعد ہندوستانی جلسہ دستور ساز نے آج پریوی کونسل سے قطع تعلق کر لینے سے متعلق مسودہ قانون منظور کر لیا۔

مسودہ ساز کمیٹی کے صدر ڈاکٹر امبیڈکر نے کہا کہ ۲۶ جنوری ۱۹۵۰ء سے پریوی کونسل کو درخواستوں پر غور کرنے اور مرافعوں سے متعلق فیصلے کرنے کا کوئی اختیار نہیں رہے گا۔ ڈاکٹر امبیڈکر نے بتایا کہ اس وقت پریوی کونسل کے آگے ۱۰۰، ۸۰ مرافعے ہیں کہ جن میں سے ۲۰ کے بارے میں آئندہ میقات میں سماعت کی جا کر فیصلے صادر کر دیے جائیں گے۔

ارکان نے اس مسودہ قانون کا بہ اتفاق آراء خیر مقدم کیا اور بعض نے تو یہ خیال بھی ظاہر کیا کہ اس سمت میں اقدام پہلے ہی کیا جانا چاہیے تھا۔ پریوی کونسل نے جس طرح اپنا کام انجام دیا ارکان نے اس کی تعریف کی اور توقع ظاہر کی کہ وفاقی عدالت اور بعد میں قائم ہونے والی اعلیٰ عدالت پریوی کونسل کی ان اعلیٰ روایات انصاف پر عمل کریں گی۔

مسٹر کے۔ ایم۔ منشی نے کہا کہ پریوی کونسل اور پاپائیت یہ دو ایسے ادارے ہیں جنہیں ـــــ انگلستانی قوم نے انسانیت کو عطا کئے ہیں۔ ۲۶ جنوری کو ہمارے یہاں بھی اعلیٰ عدالت کا قیام عمل میں آئے گا اور اس طرح دنیا کی جمہوریتوں میں موجود اعلیٰ عدالت کے خاندان میں ہماری یہ عدالت بھی شریک ہو جائے گی۔

موصوف نے توقع ظاہر کی کہ ہماری اعلیٰ عدالت بھی پریوی کونسل کی اعلیٰ روایات پر عمل کرے گی اور یہ قانون کا پورا احترام کرتے ہوئے انتہائی غیر جانبداری و آزادی کے ساتھ ملک کے باشندوں و شہریوں کے حق میں عدل و انصاف کیا کرے گی۔

مسودہ ساز کمیٹی کے رکن مسٹر الادی کرشنا سوامی اینگار نے کہا کہ جدید دستور کے تحت اعلیٰ عدالت ہند کی ہو گی جہاں نہ صرف صوبجات بلکہ ریاستوں کی عدالت ہائے عالیہ کے فیصلوں کے خلاف آخری مرافعہ پیش کیا جا سکے گا۔ موصوف نے کہا کہ فی الوقت وفاقی عدالت ہندوستانی ریاستوں کے عدالتوں کے ان امور سے متعلق مرافعوں پر فیصلے کرتی ہے جو دستوری شرکت کے تعلق سے پیدا ہوتے ہیں۔

پریوی کونسل کو خراج تحسین ادا کرتے ہوئے مسٹر اینگار نے کہا کہ ہندوستان میں برطانوی حکومت کے ریکارڈ کے بارے میں چاہے کچھ بھی کہا جائے لیکن پریوی کونسل کا ریکارڈ صد درجہ اعلیٰ رہا ہے۔

یہ توقع ظاہر کرتے ہوئے کہ ہندوستان کی اعلیٰ عدالتیں پریوی کونسل کی مثال پر عمل کریں گی۔ مسٹر اینگار نے اس بات پر زور دیا کہ انہیں اندھی تقلید نہ کرنی چاہیے۔

مدارس کے مسٹر اننت سوامی اینگار نے کہا کہ پریوی کونسل سے تعلق کو منقطع کر لینے کا یہ اقدام دو سال قبل حصول آزادی کے بعد ہی کیا جانا چاہیے تھا۔ موصوف نے بتایا کہ کینڈا ابھی اب ایسا ہی اقدام کر رہا ہے۔

دوسری جنگ عظیم کا اثر

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۱)

افغان نادر شاہوں اور ظاہر شاہوں سے مطمئن نہیں ہے اور ہر چند کہ وہ آج پختونی قومیت کا پجاری ہے لیکن وہ دن آنے ہی والا ہے جب وہ ایشیائی حیات ثانیہ کی نئی تحریک، اسلام کو پوری طرح محسوس کرے گا۔ ترکی کا خاموش روحانی انقلاب بہت معنی خیز ہے۔ ہر چند کہ آج امریکی ڈالر روحانی انقلاب کے مکمل اظہار میں روڑا اٹکا رہے ہیں۔ لیکن ترکی میں اسلام جس طاقت اور ہمہ گیری کے ساتھ جاگا ہے اس بیداری کو نہ مارشل پلان کی منصوبہ بندیاں دبا سکتی ہیں اور نہ ماسکو کی ریشہ دوانیاں ـــــ مصر اور عرب کے ہر گوشہ میں اسلام روایت کی کیفیں اتار کر نئے شکوہ کے ساتھ میدان میں آ رہا ہے ـــــ عرب اپنی عربیت پر اتنے نازاں نہیں ہیں جتنے نازاں اپنی اسلامیت پر ہیں یہی حال ترکوں، ایرانیوں اور تاتاریوں کا ہے۔

مشرق و مغرب میں اسلام اپنے ماضی کی تمدنی طاقتوں کو نئی جلا دے کر انہیں حال کے معاشی تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ کر رہا ہے دوسری عالمگیر جنگ نے مشرق ـــــ اسلامی مشرق کو زندگی اور حرکت کے نئے تقاضوں سے لبریز کر دیا ہے۔

ہم سب ایسا محسوس کر رہے ہیں کہ ہم سب از سر نو مسلمان ہونے والے ہیں پچھلے چھ سو سات سو برس میں اسلام سے ہمیں جو ذہنی اور فکری بُعد رہا ہے اس نے ہمارے اپنے اسلام کو ایک بالکل اچھوتی اور نئی چیز بنا دیا ہے اسی لئے ہم نئے جذبہ اور اشتیاق کے ساتھ اس کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

اشتراکیت جلد یا بدیر یورپ و امریکہ کو مغلوب کرے گی صرف مادی اور جسمانی اعتبار سے ہی نہیں بلکہ فکری اور ذہنی نقطہ نظر سے بھی کمیونزم خود یورپی تصور حیات کے خنجر کا گھاؤ بن چکا ہے چرچل اور ٹرومن کتنا ہی چاہیں جہاں تک یورپ و امریکہ کا تعلق ہے وہ کمیونزم کے نفوذ کو روک نہیں سکتے البتہ ایشیا کے سخت جان حریف طبقات کے اس پار بستے ہیں کمیونسٹوں کو سب سے زیادہ خونخوار جنگ ایشیا میں لڑنا پڑے گی یہ جنگ ایٹمی ہتھیاروں کی جنگ نہ ہو گی عقلی عقیدوں کی ـــــ اشتراکیت کا حریف اسلام ہے جو چھ سو برس روایات کے ظرف میں منجمد رہنے کے بعد دوسری جنگ عالمگیر کی گھن گرج سے چونک کر نئی توانائی کے ساتھ میدان مقابلہ میں صف آرا ہوا ہے ہم اشتراکیت سے پنجہ آزمانے کے لئے تیار ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ ہم اس جنگ میں کامیاب ہوں گے۔

مرکزی مشاورتی کمیٹی برائے راشن بندی

راشن بندی کی اسامی مشاورتی کمیٹیوں کا ایک جلسہ عام بتاریخ ۱۰ ستمبر (آبان) بمقام نظامت راشن بندی منعقد ہوا۔ میجر جی۔ کے۔ گرو سوامی ناظم راشن بندی نے ارکان کا خیر مقدم کیا اور حکومت کے اس فیصلہ سے آگاہ کیا کہ جس کے بنا پر چار ارکان کی ایک مرکزی مشاورتی کمیٹی برائے راشن بندی ترتیب دینا طے پایا ہے تاکہ محکمہ راشن بندی کو بعض امور میں مشورہ دیں اور مدد کریں۔ چنانچہ حکومت نے مسٹر وی۔ این۔ راجا اور مسٹر مادھو راؤ انوری ارکان مرکزی مشاورتی کمیٹی اغذیہ کو بحیثیت ارکان مرکزی مشاورتی کمیٹی برائے راشن بندی نامزد کر دیا ہے اور بقیہ دو ارکان کا انتخاب راشن بندی کی اسامی مشاورتی کمیٹیوں کے ارکان میں سے ہو گا۔ ناظم صاحب راشن بندی نے اس مجوزہ کمیشن کے کام کی صراحت فرمائی کہ یہ کمیٹی عوام کو محکمہ راشن بندی کی غرض و غایت اور اس کا نقطہ نظر سمجھائے گی اور عوام کے واجبی ضروریات اور مشکلات کو حکومت کے علم میں لائے گی۔ اسامی مشاورتی کمیٹیوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے میں یہ کمیشن محکمہ راشن بندی کی مدد بھی کرے گی۔

سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے ناظم صاحب نے فرمایا کہ راشن بندی کے دکانداروں کی خلاف ورزیاں، دکانوں کی مسدودی اور موزون اشخاص کو قیام دکان کی اجازت یہ سب کارروائیاں کمیٹی پر محصول کی جائے گی دکانوں کی مسدودی یا قیام سے متعلق قواعد پہلے سے موجود اور نافذ ہیں لیکن آئندہ محکمہ راشن بندی ان امور میں کمیٹی کے مشوروں سے بھی استفادہ کرے گا۔

یہ طے ہوا کہ مرکزی مشاورتی کمیٹی برائے راشن بندی کے دو ارکان منتخب کرنے جلسہ عام بتاریخ ۲۰ ستمبر (آبان) بمقام نظامت راشن بندی کو منعقد ہو گا۔

اِشتہار

حاضری مدعی علیہم بحریہ عدالت دیوانی ضلع اورنگ آباد مورخہ ۱۴ آبان ۵۵ف باجلاس جناب گیت روڈ بہادر ایل۔ ایل۔ بی ناظم ضلع اورنگ آباد نمبر مقدمہ ۵۵ف اجرا مدعی، بنام مدعی علیہم کنگ مل دعوی چلنانہ وغیرہ دریاسنہ مبلغ ... عتانیہ بنام (۱) لاہوبائی (۲) ومنڈابائی نندچاں جلنانہ اقوام مرہٹہ عمران ۲۲، ۲۲ سال پیشہ ہائے زراعت سکنات مال رجیہ تعلقہ گنگاپور مقدمہ مندرجہ صدر میں تمہارے نام متعدد سمن جاری ہوئے لیکن بلا تعمیل واپس آئے اور تمہاری ذات پر سمن کی تعمیل نہیں ہوئی۔ بنا آخر مدعی نے اجرائے اشتہار کی درخواست کی۔ لہذا تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ تم عدالت ہذا میں بتاریخ ۲۹ آبان ۵۵ف اصالتاً یا وکالتاً حاضر ہو کر پیروی و جوابدہی کرو۔

بصورت غیر حاضری تمہارے حسب ضابطہ کاروائی ہوگی۔

آج بتاریخ ۱۴ آبان ۵۵ف بہ ثبت میری دستخط اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا۔

منتظم عدالت

اِعلان

ذریعہ ہذا عوام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ سلف ریزنگ فلور پر کنٹرول برخاست کر دیا جائے۔ فقط

(ناظم راتب بندی)

اِعلان

حسب تصفیہ حکومت حیدرآباد سررشتہ رسد کسی جدید ہوٹل کو بوجہ قلت اجناس اجازت نامہ راتب اجرا نہیں کیا جا رہا ہے۔ لہذا ایسے مالکان ہوٹل کو جن کے پاس اجازت نامہ راتب نہیں ہے آگاہ کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے ہوٹلوں میں اشیاء راتب شدہ استعمال یا فروخت نہ کریں ورنہ ان کے خلاف چارہ کار قانونی اختیار کیا جائے گا۔ فقط (ناظم راتب بندی)

غلط اقدام سے دنیا جنگ کی لپیٹ میں آجائیگی

امبالہ میں طلباء سے خطاب کرتے ہوئے پنڈت جواہر لال نہرو نے کہا کہ طلباء کی تنظیموں کو سیاسیات سے بالکل علیحدہ رہنا چاہئے البتہ انفرادی طور پر طلباء کسی ایک مکتب خیال کی پیروی کر سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ان کو سوال کیا گیا ہے کہ آیا طلباء سیاسیات میں حصہ لے یا نہیں۔ لیکن اس کا کوئی صاف جواب نہیں دیا جا سکتا کیونکہ یہ ایک ذرا ٹیڑھا سا مسئلہ ہے۔ طلباء کی تنظیموں کو سیاسیات میں حصہ نہیں لینا چاہئے کیونکہ اس طرح ہمیشہ یہ اندیشہ رہتا ہے کہ ملک کی سیاسی جماعتیں انہیں اپنا آلۂ کار بنالیں گی۔ البتہ انفرادی طور پر ہر طالب علم اپنے آپ کو کسی بھی سیاسی تصور سے وابستہ رکھ سکتا ہے۔ خواہ وہ سوشلزم ہو یا کمیونزم یا اسی طرح کی کوئی اور "ازم" ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن انہوں نے طلباء کو متنبہ کیا کہ وہ ہندوستان کی کمیونسٹ جماعت سے ناطہ نہ جوڑیں کیونکہ اس جماعت کو ہندوستان کی اتنی فکر نہیں جتنی کہ اوروں سے متعلق ہے۔ پنڈت نہرو نے کہا کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ طلباء ایسی مباحث میں حصہ نہ لیں۔ وہ ہر طرح کے سیاسی مباحث میں حصہ لے سکتے ہیں۔ اور انہیں حصہ لینا بھی چاہئے لیکن ان مباحث کو ایک علمی نوعیت حاصل رہنی چاہئے کالجوں میں تو طلباء کو ہر قسم کے مضمون پر بحث کرنا اور اپنے فیصلہ کا اظہار کرنا چاہئے۔ کیونکہ اسی طرح ہر مسئلہ کو علیحدہ علیحدہ اس کی نوعیت کے لحاظ سے جانچا جا سکے گا اور ساتھ ہی ساتھ طلباء کی دانش و دانائی میں بھی اضافہ ہو سکے گا جو کہ تعلیم کا حقیقی مقصد ہے۔ اور طلباء مدرسوں یا کالجوں کو محض اس لئے جاتے ہیں کہ ان کی ذہنی نشو و نما و علمی قابلیت میں اضافہ ہو سکے۔ اس کے برخلاف اگر طلباء یہ سمجھیں کہ انہیں ملک و قوم کے مستقبل کی رہنمائی کرنا ہے تو پھر ان کا مقام مدرسوں یا کالجوں میں نہیں بلکہ کسی اور جگہ ہو سکتا ہے۔ تعلیم کے کسی بھی شعبہ میں سالہا سال تربیت پانی ہوتی ہے۔ لیکن تعجب کی بات ہے کہ اکثر افراد اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ کسی تربیت کے بغیر محض لکچر بازی سے وہ قوم کی رہنمائی کر سکیں گے۔ تعلیم کے مقاصد کا ذکر کرتے ہوئے پنڈت نہرو نے کہا کہ کالج کے امتحانات سے فراغت پانے ہی اکثر افراد یہ سمجھنے لگتے ہیں۔ کہ ان کی تعلیم مکمل ہو چکی ہے۔ لیکن یہ ایک قطعی غلط تصور ہے۔ مجھے اس امر کا تو علم نہیں کہ مستقبل کی تصویر متعلق آپ نے اپنے ذہن میں کس طرح کی رنگ آمیزی کر رکھی ہے۔ لیکن میں اس قدر بتلا دینا چاہتا ہوں کہ آپ ہمیشہ اعلیٰ تصورات کو ذہن میں جگہ دیں اور انہیں اعلیٰ تصور کے حصول کی خاطر انتھک جد و جہد کریں۔ پنڈت نہرو نے آگے چل کر کہا کہ اس وقت دنیا کے سامنے جو سب سے بڑا سوال ہے وہ امن کے قیام سے متعلق ہے۔ اور یہ بہت ممکن ہے کہ غلط اقدام کرتے ہوئے دنیا جنگ کی لپیٹ میں آجائے اور یہ اقدام انسانیت کی تباہی اور بربادی کا باعث ثابت ہو۔ اس لئے اس تباہی اور اس قسم کے بھیانک مستقبل سے بچنے کی خاطر ہمیں مسلسل اور انتھک جد و جہد کرنی چاہئے۔ ہمیں ایسے افراد کی ضرورت ہے جو ملک کی تعمیر کے لئے خاموشی کے ساتھ اور قابل لحاظ کام انجام دے سکیں کیونکہ کسی قوم کے خاموش کارکن ثابت ہوتے ہیں اور ... پیدا ہوتے ہیں۔ اور ہندوستان کو گاندھی جی کی قیادت میں اس قسم کے تجربہ سے عملی طور پر دوچار ہونا پڑا ہے۔ آخر میں پنڈت نہرو نے بتلایا کہ ہندوستان کے مستقبل کی تعمیر عمل میں ۴۲

۴۲ آ رہی ہے اور ہندوستان کو ایسے افراد کی ضرورت ہے جو کام کر سکیں۔ دیانت ایمانداری اور راست بازی کے سلسلہ میں ہمارا قومی معیار گرتا جا رہا ہے اگر ہمیں ایک قوم کی طرح زندہ رہنا ہو تو پھر اس کمزوری پر بروقت قابو حاصل کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ پنڈت نہرو نے طلباء کو ہدایت کی کہ وہ فرقہ وارانہ تصورات سے اپنا دامن آلودہ نہ ہونے دیں کیونکہ یہ لعنت ہمیشہ تنگ نظری کی تخلیق کا باعث ہوتی ہے اور کہا کہ طلباء مہاتما گاندھی جی کے بتلائے ہوئے راستے پر گامزن ہوں جنہوں نے خاموشی اور تحمل سے کام کرنے کے گر سکھلائے ہیں۔ آخر میں آپ نے کہا کہ طلباء موضع موضع اور قریہ قریہ گھوم کر عوام کی خدمت کریں۔ کیونکہ یہی خاموشی سے کام کرنے والے جنہوں نے مہاتما گاندھی سے تربیت حاصل کی تھی کانگریس کی مستحکم بنیاد کی حیثیت سے ملک کو آزادی دلانے کا باعث ہوئے ہیں۔

مطبوعہ دی کو ... ورشو پریس لمیٹڈ میں چھپ کر دفتر مملکت سے شائع ہوا